

حافظ ملت ایک ہمہ جہت شخصیت

از قلم: ساجد علی مصباحی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلیٰ ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات ہمہ جہت فضائل و کمالات کی جامع تھی، ان کی زندگی کا ہر گوشہ اس قابل ہے کہ اسے عوام و خواص کے درمیان بار بار پڑھا اور سنا جائے، اُن کے گلستان حیات کا ہر پھول اس لائق ہے کہ عصر حاضر کے طالبان علم و حکمت اور ارباب علم و دانش اسے چن کر اپنی عملی زندگی کو آراستہ کریں، غربت و تنگ دستی کے عالم میں طلب علم کا ذوق و شوق اور اس کے لیے جہد مسلسل و سعی پیہم آج کے طلبہ کے لیے بہترین مشعل راہ ہے، میدان عمل میں ان کے اخلاص و لہبیت کی جلوہ سامانیاں اور خدمت دین کا جذبہ فُراواں اِس زمانہ کے فارغین مدارس، اساتذہ و ملازمین کے لیے عمدہ نمونہ عمل ہے، اگر ان کی تعلیم و تدریس کا اچھوتا انداز اور تحریر و تصنیف کا نرال اسلوب لائق تقلید ہے، تو ان کا خطیبانہ جاہ و جلال اور مناظرانہ فضل و کمال بھی قابل رشک ہے، اصاغر پر شفقت و عنایت اور اکابر کی تعظیم و تکریم ان کا مشہور وصف ہے، تو ان کی عبادت و ریاضت اور تقویٰ و طہارت بھی مریدین و متعلقین کے لیے ضرب المثل ہے۔

اسی طرح لوگوں سے ان کی ہم دردی و غم گساری، کام کرنے والوں کی مناسب رہ نمائی و حوصلہ افزائی، تواضع و انکساری اور خدمت خلق سے متعلق حقائق و واقعات کا ایک تسلسل ہے جو جامعہ اشرفیہ کے ذرے ذرے، مبارک پور کے چپے چپے اور ملک کے گوشے گوشے میں پھیلا ہوا ہے۔

جو حضرات اُن کی حیات و خدمات سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہوں وہ ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور کا ”حافظ ملت نمبر“ مطبوعہ ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء، اور ادارہ تحقیقات حافظ ملت کے زیر اہتمام شائع ہونے والی کتاب ”حافظ ملت، افکار اور کارنامے“ مطبوعہ ۱۴۱۱ھ / ۱۹۹۰ء، اور ”المجمع الاسلامی، مبارک پور سے شائع ہونے والی کتاب ”حیات حافظ ملت“ وغیرہ کا مطالعہ کریں۔

ہم سردست اُن ہی بنیادی مآخذ سے حافظ ملت علیہ الرحمہ کے بعض اوصاف و کمالات اور چند واقعات و حقائق کا تذکرہ کرتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ ہمارے قارئین کے لیے ان سطروں میں کچھ سیکھنے اور اپنانے کا سامان ہو گا۔

حافظ ملت کا دَوْر طالب علمی:

آج طلبہ دَوْر طالب علمی کو بڑی آزادی کا زمانہ تصور کرتے ہیں اور اخراجات کے نام پر اپنے والدین اور سرپرستوں کو تنگ کرتے ہیں، ان سے طرح طرح کے حیلے بہانے کے ذریعہ رقوم حاصل کر کے دادِ عیش دیتے ہیں اور بے دریغ اپنے اوقات اور پیسے برباد کرتے ہیں، مگر اس سلسلے میں جب ہم حافظ ملت کے دَوْر طالب علمی کا مطالعہ کرتے ہیں تو علمائے سلف کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ اس کی ایک جھلک آپ بھی دیکھیں:

حافظ ملت علیہ الرحمہ جب اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے اپنے احباب کے ساتھ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ، دارالخیر اجیر شریف کے لیے روانہ ہوئے تو اس وقت زادِ راہ کی قلت اور افلاس و تنگ دستی کا عالم یہ تھا کہ سات افراد پر مشتمل طالبانِ علوم نبویہ کی پاکیزہ جماعت نے ایک اسٹیشن پر دو آنے کا چنانچہ خرید اور مراد آباد سے دہلی ہوتے ہوئے اجیر شریف تک پورے سفر میں اسی کے ذریعہ سب نے اپنی بھوک مٹائی، پھر جب خوش بختوں کا یہ نورانی قافلہ سفر کی صعوبتوں کو شکست دیتا ہوا، شدید بھوک سے دوچار اپنی منزل پر پہنچا تو سب سے اہم مرحلہ دارالعلوم میں داخلہ کا تھا، اس کے بعد ہی لائبریری سے کتابوں کا حصول اور کھانے پینے کا انتظام متوقع تھا۔

ایک ملاقاتی کے کمرے میں سب نے اپنا سامان رکھا، استنجا وغیرہ سے فارغ ہوئے تو بھوک کا احساس اور بڑھ گیا، حجرہ کے باہر مطبخ کی بچی ہوئی خشک روٹیوں سے بھری ایک چھوٹی سی ٹوکری سامنے آئی جس سے سب نے تھوڑا بہت کھایا اور اللہ جل شانہ کا شکر ادا کیا۔ داخلہ حاصل کرنے کے بعد کتابیں لائبریری سے مل گئیں، مگر خورد و نوش کا انتظام دو ماہ بعد مجلس شوریٰ کی میٹنگ میں ہوا۔ انتظار کا وہ دو مہینہ انھوں نے اس طرح گزارا کہ ایک بنگالی طالب علم سے دس روپے قرض لے کر آٹے کا انتظام کیا اور ایک بھٹیاری سے یہ طے کیا کہ دارالعلوم جاتے وقت ہم لوگ آٹا تجھے دیتے جائیں گے، تم ہمارے لیے واپسی کے وقت تک روٹیاں سینک دینا، اس طرح روٹیاں ملے کر دارالاقامہ پہنچتے، صرف نمک اور مرچ دارالاقامہ کے صحن میں پڑی ہوئی ایک بڑی سل پر پیس کر چٹنی تیار کرتے اور پھر وہیں حلقہ باندھ کر روٹی سے کھا لیتے اور نہایت ذوق و شوق سے اپنی تعلیم میں منہمک ہو جاتے۔ [حیات حافظ ملت، ص: ۶۰، ۵۹ ملخصاً]

طلب علم کا طریقہ:

طالب علمی کے دور میں حافظ ملت علیہ الرحمہ کا طریقہ کار کیا ہوتا تھا، اس تعلق سے وہ خود ارشاد فرماتے ہیں:

”دور طالب علمی میں میرا طریقہ یہ تھا کہ جتنے اسباق پڑھنے ہوتے، سب مطالعہ میں حل کرتا، اس کے متعلق اعتراضات و جوابات پر غور کرتا، پھر درس گاہ میں حاضری ہوتی اور وہاں جو بتایا جاتا، بغور سنتا، جو سوال ذہن میں ہوتا، اگر درس سے اس کا جواب حل نہ ہوتا تو پوچھ کر جواب حاصل کرتا، پھر روزانہ ہر سبق کا اعادہ اور اس کی تکرار رفتاً سے درس کو کرتا، پھر آئندہ سال وہ اسباق نیچے والی جماعت کے طلبہ کو بطور اعادہ و تکرار پڑھاتا، اس طرح ہر کتاب اور ہر سبق پڑھنے ہی کے زمانہ میں متعدد بار نظر سے گزر چکا ہوتا، دوبار مطالعہ و درس کے طور پر، اور دوبار تکرار اور پڑھانے کے طور پر۔“ [ایضاً، ص: ۳۱۷]

درس کے بعد کی مصروفیت:

درس کے بعد حافظ ملت علیہ الرحمہ کی مصروفیت کے بارے میں ان کے ہم درس حضرت علامہ سید غلام جیلانی میر ٹھی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”ہم لوگ تو درس کے بعد کچھ تفریح بھی کر لیا کرتے تھے، لیکن حافظ ملت کا حال یہ تھا کہ ضروری امور کی انجام دہی کے بعد ان کا تین ہی کام رہتا تھا: درسی کتابوں کا مطالعہ، استاذ گرامی صدر الشریعہ کی خدمت، یا پھر تلاوت قرآن پاک۔ غیر ضروری کاموں اور سیر و تفریح سے آپ کو کچھ لگاؤ نہ تھا۔“ [ایضاً، ص: ۴۴]

حافظ ملت کا طریقہ تدریس:

حافظ ملت علیہ الرحمہ کا طریقہ تدریس اتنا عمدہ اور دل کش ہوتا تھا کہ اپنے تو اپنے، غیر بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ یہ آپ کی تدریس کا کمال ہی تھا کہ ”اشرافیہ میں آپ کی تشریف آوری کے بعد مبارک پور مرجع طلبہ بن گیا، دور دور سے شائقین علم کھینچ کھینچ کر یہاں آنے لگے، مؤفیض عام سے ایک مولوی صاحب جائزہ لینے کی نیت سے آئے، تین روز حضرت کے درس میں شرکت کی، تیسرے روز جاتے ہوئے طلبہ سے کہا: میں نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ طلبہ مبارک پور کیوں کھینچے چلے آ رہے ہیں، یقیناً آنا ہی چاہیے، پیاس تو یہیں بجھتی ہے۔“ [حافظ ملت نمبر، ص: ۳۸]

آپ کی تدریس سے متعلق محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مصباحی فرماتے ہیں :

”آپ کی درسی تقریروں کی بھی یہ شان تھی کہ کم الفاظ میں اسرار و نکات کی موشگافیاں بیان فرماتے، جو طالب علم جس قدر تیار ہو کر آتا اتنا ہی محفوظ ہوتا، آپ کی اختصار پسندی کی وجہ سے بعض کم ذوق طلبہ کو کہتے سنا جاتا کہ حافظ ملت کے اس اختصار کے باوجود ان کی شہرت تدریس فہم سے بالاتر ہے۔

در اصل یہ آپ کا تدریسی کمال تھا کہ اعتراضات و اشکالات خود بخود حل ہو جاتے۔ ایک بار اس ناچیز سے فرمایا کہ میں نے ہندوستان کے مقتدر اساتذہ کا طریقہ درس دیکھا ہے، اکثر حضرات درس میں بسط و تفصیل کے ساتھ مالہ و ماعلیہ سے بحث کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: لیکن حضرت ایسا نہیں کرتے؟ فرمایا: صدر الشریعہ قدس سرہ بہت اختصار سے کام لیتے اور تمام بحثوں کو چند الفاظ میں سمیٹ لیتے۔ کام یاب طریقہ درس یہی ہے اور میں اسی کا پابند ہوں۔“ [حیات حافظ ملت، ص: ۳۱۹]

طلبہ سے حسن سلوک:

حضرت مولانا محمد شفیع اعظمی مصباحی، سابق ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ اس سلسلے میں لکھتے ہیں :

”ہر استاذ صرف اپنے ذہین، محنتی اور وفا شناس شاگردوں پر شفیق ہوتا ہے، لیکن حافظ ملت کی خصوصیت یہ ہے کہ غمی سے غمی، بدھو سے بدھو اور بے گانہ سے بے گانہ شاگرد بھی انھیں اتنا ہی عزیز تھا جتنا ذہین سے ذہین، قابل سے قابل اور قریب سے قریب شاگرد۔

اور وہ مقام جہاں ہم حافظ ملت کو ایک ”منفرد شفیق استاذ“ کے پیکر میں دیکھتے ہیں یہ ہے کہ دنیا میں کوئی شخص بھی اپنے باغی، نافرمان اور بدخواہ کے حق میں اپنی محبت و شفقت کے توازن کو برقرار نہیں رکھ سکتا، لیکن حافظ ملت کی کتاب زندگی کا آپ مطالعہ کریں، ورق ورق پر جہاں آپ انھیں نیاز مندوں اور وفا شناسوں کو خلعت کریمانہ سے شاد کام کرتے ہوئے دیکھیں گے، وہیں وہ نافرمانوں اور ناعاقبت اندیشوں پر بھی پھول برساتے ہوئے آپ کو نظر آئیں گے۔“ [حافظ ملت نمبر، ص: ۱۲۴]

استاذ کا کمال اور اس کی جگہ:

ایک بار حافظ ملت علیہ الرحمہ نے استاذ اور شاگرد کا کمال بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”نیوکار، صلاح پذیر اور اچھے طلبہ کو چاہنا استاذ کا کمال نہیں، بلکہ شاگرد کا کمال ہے کہ اس نے اپنے آپ کو چاہے جانے کے قابل بنایا۔ استاذ کا کمال تو یہ ہے کہ جو چاہے جانے کے قابل نہ ہو، اس کی اصلاح کر کے اسے چاہے جانے کے قابل بنا دے۔

ایک دن مجلس درس میں ارشاد فرمایا:

”استاذ اپنے شاگردوں کے فکر و ذہن کا معمار اور ان کی سیرت و کردار کا معالج ہوتا ہے، اور ایک معالج کی بہترین جگہ بیماروں کا حلقہ ہے، تندرستوں کی انجمن نہیں ہے۔ جو معالج بیماروں کا قرب برداشت نہ کر سکے اسے کچھ اور تو کہا جائے گا، لیکن معالج نہیں کہا جائے گا۔“ [ایضاً، ص ۱۲۴]

کتابوں کا ادب و احترام:

حافظ ملت علیہ الرحمہ کتابوں کا بہت ادب و احترام کرتے اور اپنے تلامذہ اور متعلقین کو بھی کتابوں کا ادب کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے، چنانچہ آپ کے تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ:

”آپ قیام گاہ پر ہوتے یا درس گاہ میں، کبھی کوئی کتاب لیٹ کر یا ٹیک لگا کر نہیں دیکھتے، بلکہ تکیہ یا ڈیسک پر کتاب رکھ کر دیکھتے اور پڑھاتے، قیام گاہ سے مدرسہ یا مدرسہ سے قیام گاہ کبھی کتاب لے کر آنا جانا ہوتا تو کتاب داہنے ہاتھ میں لے کر سینے سے لگا لیتے۔ کبھی کسی طالب علم کو ہاتھ میں کتاب لٹکا کر چلتے دیکھتے تو فرماتے: کتاب جب سینے سے لگائی جائے گی تو کتاب سینے میں اترے گی اور جب کتاب کو سینے سے دور کیا جائے گا تو کتاب سینے سے دور ہوگی۔“ [حیات حافظ ملت، ص: ۶۶]

حافظ ملت کا اخلاق و کردار:

حافظ ملت علیہ الرحمہ صرف اسلامی اخلاق و آداب کے معلم ہی نہیں تھے، بلکہ اس پر کامل طور پر عمل پیرا بھی تھے۔ اس سلسلے میں محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری فرماتے ہیں: ”حضرت کی رفعت اخلاق کا یہ عالم تھا کہ ہر کس و

ناکس اپنے آپ کو حضرت کا مقرب و مقبول شمار کرتا، جو لوگ آپ کی ایذا رسانی میں کسر نہ اٹھا رکھتے جب ان سے بھی ملاقات ہوتی تو آپ نہایت خندہ پیشانی سے پیش آتے۔” [ایضاً، ص: ۱۷۰]

حضرت علامہ لیس اختر مصباحی، بانی دارالقلم، دہلی آپ کے اخلاق و کردار کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں :

”آپ کے اندر قوت اخلاق کی بے پناہ کشش تھی، اور عالم و عامی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا، تمام سہولتیں ہوتے ہوئے بھی انکسار نفس کا یہ عالم تھا کہ چائے خود اپنے ہاتھ سے بنایا کرتے تھے، بوقت ضرورت کپڑے بھی سل لیا کرتے تھے، اور اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے میں بڑی فرحت و مسرت محسوس کیا کرتے تھے۔ طلبہ اور بچوں سے شفقت و محبت کا برتاؤ عام تھا، بے جا خشونت و سختی اور رعب و داب سے کوسوں دور رہتے تھے، علما و مشائخ کرام کے ساتھ توقیر و احترام سے پیش آتے اور ان کی عادلانہ مدح و ستائش کرتے۔” [حافظ ملت نمبر، ص: ۳۹۷]

حافظ ملت بحیثیت قلم کار:

حافظ ملت علیہ الرحمہ کو رب عظیم نے اور خوبیوں کے ساتھ تحریر کی بھی خوبی عطا فرمائی تھی، انھوں نے جب بھی تصنیف و تالیف کے لیے قلم اٹھایا، علم و ادب کے اعلیٰ معیار کے مطابق لکھا اور صفحات قرطاس پر اپنے قلم حق رقم سے حسب موقع علم و فضل اور بلاغت و ادب کے لعل و گہر لٹائے ہیں۔ حضرت علامہ بدر القادری مصباحی آپ کی تحریر کے بارے میں فرماتے ہیں:

”انھیں نثر لکھنے پر بڑی قدرت تھی، البتہ دیگر دینی و علمی کاموں کی مصروفیات کے سبب اس میدان میں وہ نمایاں نہ ہو پائے، لیکن جو کچھ لکھا ہے اسی سے آپ کی قلمی تب و تاب اور توانائی کا اندازہ ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔ ان کی خصوصیتِ تحریر، ایجاز و اختصار بھی ہے، وہ غیر ضروری باتوں کو نظر انداز کر کے ٹھوس اور دل لگتی بات بیان کرتے ہیں، سادہ بیانی اور روزمرہ کے استعمال کے ساتھ منتخب الفاظ کا استعمال آپ کی عبارت میں چمک اور بہتری پیدا کر دیتا ہے۔” [حیات حافظ ملت، ص: ۴۴۴]

مندرجہ ذیل کتابیں حافظ ملت علیہ الرحمہ کی تحریری یادگار ہیں، ان کے مطالعہ سے آپ بھی ان کی تحریر و تصنیف کی خوبیوں سے بخوبی واقف ہو سکتے ہیں:

۱ (ارشاد القرآن)۔ (۲) معارف حدیث۔ (۳) انباء الغیب۔ (۴) فرقہ ناجیہ۔ (۵) المصباح الجدید۔ (۶) العذاب الشدید لصاحب مقام الحدید۔ (۷) الارشاد۔ (۸) فتاویٰ حافظ ملت۔ (یہ آخری کتاب غیر مطبوعہ ہے)

حافظ ملت بحیثیت خطیب:

حافظ ملت علیہ الرحمہ کو خداے وحدہ لا شریک نے وعظ و خطابت کے جوہر سے بھی نوازا تھا، آپ کے خطاب میں ایسی تاثیر تھی کہ سننے والوں کے دلوں کی دنیا بدل جاتی تھی اور ان کے قلوب و اذہان میں رونما ہونے والے شکوک و شبہات یکسر ختم ہو جاتے تھے۔

احسن العلماء حضرت سید شاہ حسن میاں، سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ نے آپ کی چند تقریریں جو سنی تھیں، ان کے بارے میں فرمایا:

”اُن کے تمام مواضع حسنہ میں علم و حکمت کے موتی پروئے تھے، انداز گفتگو میں نوجوانوں کی سی گھن گرج تھی، جو بات منہ سے نکلتی ایک میخ سی گڑ جاتی، علم و حکمت کا یہ درخشندہ آفتاب جس کی ضیاء باری سے اقطار ہند و بیرون ہند منور، جس کی شعاعیں دور دور تک بکھری ہوئی ہیں۔“ [حافظ ملت نمبر، ص: ی]

ڈاکٹر محمد عرفان صدر شعبہ اردو، شبلی کالج، اعظم گڑھ آپ کی تقریر پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”تجربہ یہ ہے کہ اُن کی تقریر سے دل اکتاتا تھا، ہر مجمع میں لوگ بڑے سکون سے ان کی تقریر سنتے تھے، وہ تقریر کے فسون سے بے نیاز تھے، لیکن ان کی باتوں میں بڑا اثر ہوتا تھا اور ذہن کے کسی نہ کسی حصہ میں اتر جاتی تھیں، ان کی تقریروں میں بڑا خلوص، بڑا وزن اور بڑی سادگی ہوتی تھی کہ سننے والے کو اس پر اعتماد ہوتا کہ مولانا کوئی ایسی بات نہ کہیں گے جس کے ثبوت میں قومی سے قومی سند نہ پیش کر سکیں۔“ [ایضاً، ص: ۹۸]

حافظ ملت بحیثیت پیرو مرشد:

رئیس التحریر علامہ لیس اختر مصباحی آپ کے ارشاد و ہدایت سے متعلق فرماتے ہیں: ”آپ کے ارادت مندوں کا ایک وسیع حلقہ ہے، ایک مرشد کی حیثیت سے آپ نے اذہان و قلوب کی تطہیر، اخلاق کی درستی، اعمال و افعال کی اصلاح، اسلامی شعائر و آداب کی حفاظت و پاسبانی، جذبہ خدمت خلق، پابندی صوم و صلوة کی جو روح اپنے حلقہ ارادت میں پھونکی

اور انھیں ایمان و اسلام کے لیے جینے کا جو جذبہ عطا کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔۔۔ آپ کے پاس نہ تو کوئی ظاہری وجاہت تھی اور نہ بے جا شان و شوکت، نہ زہد و پارسائی کا اظہار و اعلان، صرف دین داری، خدا ترسی، سادگی، بے نفسی، عبادت و ریاضت اور علم و حکمت کی دولت آپ کے پاس تھی اور بس، لیکن خدا جانے آپ کی زبان میں کیا تاثیر، اور چہرے پر کیسی سنجیدگی اور کتنا وقار برستا تھا کہ جو سامنے آتا، اس کا دل آپ کی طرف مائل ہوتا اور کھینچے لگتا۔ باعمل مرشدوں کی طرح منہا ہی و منکرات کے ارتکاب اور بے راہ روی سے دور رہ کر ارشاد و ہدایت اور تبلیغ دین کرتے، حرص و طمع کا شائبہ تک نہ تھا، اور نہ جی حضوری اور قدم بوسی کی خواہش، سلف صالحین کے نقش قدم پر چل کر مشیت الہی کے ساتھ اصلاح اعمال و تطہیر قلوب کا فریضہ انجام دیا۔” [حافظ ملت نمبر، ص: ۴۰۰]

حافظ ملت اور جامعہ اشرفیہ:

جامعہ اشرفیہ، حافظ ملت علیہ الرحمہ کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھا، حضرت فرماتے تھے: اس کو پھلنا پھولنا ہے، اس کی پستی کو میں کسی طرح برداشت نہیں کر سکتا، اس کے لیے عبدالعزیز اپنی جان کھپا سکتا ہے، اپنے کو مٹا سکتا ہے، مگر آخری دم تک اس کی پستی کو نہیں دیکھ سکتا۔ ایک مرتبہ فرمایا: اشرفیہ کو میں نے اپنے پسینے سے نہیں، اپنے خون سے سینچا ہے۔ [حیات حافظ ملت، ص: ۲۳۳، ۲۳۲]

اس جامعہ سے آپ کو بڑی امیدیں وابستہ تھیں، چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا:

”میری تمنا اور خواہش یہ ہے کہ یہاں علوم اسلامیہ اور فنون متداولہ کی تعلیم تو ہوگی ہی، لیکن یہاں کے فارغ التحصیل علماء و فضلاء عربی زبان و ادب نیز انگلش زبان و ادب میں اتنے اونچے مقام پر فائز ہو جائیں یا اتنی اعلیٰ صلاحیت کے مالک ہو جائیں کہ دنیا کے کونے کونے میں دعوت و تبلیغ اور نشر علوم کے فرائض سے سبک دوش ہونے میں کوئی دقت محسوس نہ کریں۔” [حافظ ملت افکار اور کارنامے، ص: ۳۷، ۳۶]

ایک انٹرویو میں آپ سے سوال کیا گیا کہ “حضور، الجامعۃ الاشرفیہ کو کیسا دیکھنا چاہتے ہیں؟” اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

”میں یہ چاہتا ہوں کہ الجامعۃ الاشرافیہ کے فارغین سنی علما ہوں، وہ ہندی، انگریزی، عربی میں صاحب قلم و صاحب لسان ہوں جو اپنے ملک ہندوستان اور دوسرے ممالک میں مذہب حق اہل سنت کی کماحقہ اشاعت و خدمت کر سکیں، میں الجامعۃ الاشرافیہ کو اسی منزل پر دیکھنا چاہتا ہوں۔“ [حیات حافظ ملت، ص: ۸۰]

سفر آخرت:

یکم جمادی الاخرہ ۱۳۹۶ھ / ۳۱ مئی ۱۹۷۶ء، بروز دوشنبہ، رات میں گیارہ بج کر پچپن منٹ پر ”جامعہ اشرفیہ“ کے بانی حافظ ملت جہان سنیت کو روتا بلکتا چھوڑ کر مبارک پور کے ”باغ فردوس“ سے حقیقی ”باغ فردوس“ کی طرف روانہ ہو گئے۔ (ان اللہ وانا الیہ راجعون)